© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

ابلاغ عامہ کے لیے تصویر کا استعمال

سوال: دعوت دین اور اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں ایک بڑا چیلنج ناخواندگی ہے۔ تصویر کی حرمت کے سلسلے میں مولانا مودودیؒ کی رائے سے تو سب واقف ہیں لیکن ایک چیز مشاہدے میں آئی ہے کہ تصویری پوسٹر ابلاغ میں کہیں زیادہ موثر کردار ادا کرتا ہے اور ایک ناخواندہ یا نیم خواندہ فرد کسی حد تک خود پیغام اخذ کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ گویا تصویر ناخواندگی کے چیلنج کا ایک حد تک جواب ثابت ہوتی ہے۔ کشمیر فنڈ کے پوسٹر میں اعداد و شمار اور جذبہ انگیز فقرات خواندہ افراد کی ایک مخصوص تعداد کو متاثر کرتے ہیں، جب کہ چند تصویریں ہر مرد، عورت، بوڑھے، بچے، پڑھے لکھے، ان پڑھ سب کو متاثر کرتی ہیں اور ابلاغ مکمل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس پوسٹر یا اسٹکر پر قاضی حسین احمد صاحب کی تصویر ہوتی ہے، اس سے فوراً پیغام اخذ کیا جاتا ہے یا سوالات کیے جاتے ہیں، جب کہ سادہ پوسٹر، اسٹکر اَن پڑھ نیم دلی سے وصول کرتا ہے اور عدم دل چسپی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کیا تغیر حالات سے تغیر احکام کا اصول اس معاملے میں لاگو ہو سکتا ہے؟

جواب: آپ کے سوال کا تعلق ایک بہت حساس مسئلے سے ہے۔ اس کے تین بنیادی پہلو ہیں:

اولاً، کیا ہر قسم کی تصویر حرام کی تعریف میں آتی ہے اور خود تصویر کی تعریف کیا ہو گی؟ ثانیاً، اگر تصویر کسی تاریخی شخصیت کی ہو اور عریانی یا فحاشی کی تعریف میں بھی نہ آتی ہو، مثلاً قائداعظم کی تصویر، محترم مولانا سید سلیمان ندوی کی تصویر یا امیر جماعت اسلامی کی تصویر تو کیا ایسا کرنا مناسب ہے؟ ثالثاً، کیا تصویر کے حوالے سے فقہا کی رائے ایک مستقل اور مطلق حکم کی حیثیت رکھتی ہے اور تغیر حالت کے باوجود حکم میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں ہو گا، چاہے وہ سب قباحتیں دُور کر دی جائیں جو تصویر سے وابستہ ہوں، اور کیا اس کا استعمال ہر شکل میں ممنوع رہے گا؟

آخری نکتے سے بات کا آغاز کرتے ہوئے ہمیں اس بات پر غور کرنا ہو گا کہ آج جب ٹی وی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخبار انسانوں کے رجحانات اور فکری زاویوں کو ایک مسلسل تصویری ثقافت سے متاثر کر رہے ہیں اور ایسی حالت میں جب تصویری ثقافت تعلیم کا ایک اہم ذریعہ بن گئی ہے، کیا ہم تصویر کو مکمل طور پر نظرانداز کر سکتے ہیں؟ جہادِ کشمیر ہو یا چیچنیا، فلپائن ہو یا برما اور فلسطین کی تحریکات آزادی، ان مقامات پر متاثر ہونے والے بچوں، تباہ ہونے والے مکانات، مساجد اور بازار، اگر ہم ان کی تباہی کی صرف ایک تصویری جھلک دکھاتے ہیں تو کیا ہمارے پیغام کی شدت اتنی ہی ہوتی ہے جتنی ایک تحریر کو پڑھ کر ہوتی ہے، یا یہ تصویر بغیر الفاظ استعمال کیے دیکھنے والوں کو زیادہ واضح پیغام پہنچاتی ہے؟

نماز اور حج کی تعلیم کے لیے اگر مراسم کو محض تحریر کیا جائے تو بحث زیادہ واضح ہوگی یا اشکال اور نقطوں اور خاکوں کے ذریعے اعمال کی ترتیب ایک ناخواندہ شخص کو بھی سمجھائی جاسکتی ہے۔ مدارس دینیہ کی مالی امداد کے لیے ایک خط یا سالانہ کارکردگی کی ایک رپورٹ زیادہ موثر ہوگی یا مدرسے کی نصف تعمیر شدہ عمارت اور کلاس روم میں تربیت کے لیے ساتھ بیٹھے ہوئے طلبہ کی تصویر یا مدرسے کے کتب خانے کی تصویر طبع کرنے سے بات مستند ہوگی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا مثالوں میں کیا شریعت کے کسی بنیادی اصول کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور کیا تصاویر کا استعمال صرف اشاعت ہی کے لیے ہوتا ہے؟

دوسرے پہلو کے حوالے سے، اس سے قطع نظر کہ تصویر مولانا شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی یا شیخ الازہر کی ہے یا حنبلی فقہ کی پیروکار سعودی مملکت کے سربراہ کی، اگر تصویر کی حیثیت محض ایک تاریخی دستاویز کی ہے اور اس کا وہ استعمال نہیں ہے جس سے عزت و پرستش کا اظہار ہو، تو کیا اس حدیث کی روشنی میں جس میں سیدہ عائشہؓ نے پردے کو چاک کر کے تکیہ، غلاف یا پایدان بنا دیا تھا، یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جب تک اس کے مقام احترام و پرستش پر پہنچنے کا امکان نہ ہو، اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے؟

اسی طرح اگر تصویر ایسی ہے جس میں نہ کوئی جان دار ہے نہ وہ مصوری کا کارنامہ ہے اور نہ مصور کو یہ گمان ہے وہ خالق کائنات (المصور) کے مقابلے پر اپنے کمالِ فن کا دعویٰ کر رہا ہے، مثلاً گلاب کے پھول کی تصویر، طلوع یا غروب آفتاب کا منظر، یا فضا میں بلند ہوتے ہوئے شاہین کی پرواز کی تصویر اور ان سب کا مقصد دیکھنے والے کو اللہ سبحانہ کی قدرت، قوت تخلیق، ربوبیت اور حاکمیت سے آگاہ کرتے ہوئے اس کے نتیجے میں فرد کو اس کی ذمہ داریوں کی ادایگی پر اُبھارنا ہو، تو کیا اس تعلیمی اور دعوتی ابلاغی عمل کو تصویر کے منفی تصور کی بنا پر نظرانداز کیا جا سکتا ہے؟

آپ کے ایک سوال نے یہ بہت سے سوالات اُٹھائے ہیں۔ ہمیں ان تمام احادیث کی روشنی میں جن پر محترم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن، جلد چہارم، صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۹ سورہ سبا کی ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آیت کی وضاحت فرماتے ہوئے گفتگو فرمائی ہے، غور کرنا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ کیا تصویر کی تعریف میں صرف وہ شبیہہ شامل ہے جو رنگ اور برش سے ایک مصور بناتا ہے، یا فوٹو کیمرے سے جو شبیہہ بنائی جاتی ہے، یا وڈیو پر جو تصویر نظر آتی ہے وہ بھی اس میں شامل ہوگی۔ اس آخری قسم کے بارے میں ہمیں جو معلومات ہیں وہ یہ بتاتی ہیں کہ وڈیو کیمرے کے ذریعے وڈیو فلم پر نہ کوئی شبیہہ بن سکتی ہے نہ خاکہ، نہ نقشہ، بلکہ صرف چند سگنل ریکارڈ ہوتے ہیں جو وڈیو ریکارڈر پر ایک کہربائی نظام کے ذریعے ایک ٹیوب کی مدد سے شبیہہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور ان کا کوئی مستقل وجود نہیں ہوتا، نہ ان کا کوئی سایہ بنتا ہے۔ ہماری معروف فقہی کتب میں جو تعریف تصویر کی پائی جاتی ہے وڈیو پر نظر آنے والی شبیہہ پر وہ تعریف چسپاں نہیں ہوتی۔ انھی مسائل اور تغیر حالت کے اصول کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرنے کے لیے ۸۵-۱۹۸۴ء میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کی طرف سے ملک کے جید علما بشمول شیخ الحدیث مولانا مالک کاندھلوی مرحوم، جناب مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم، مولانا صدرالدین رفاعی مرحوم، مولانا اسرارالحق مرحوم، مولانا سیاح الدین کاکاخیل مرحوم، مولانا سمیع الحق، مولانا عبداللہ خلجی، جناب محمد رضی مجتہد مرحوم کے سامنے جب دورِ جدید میں دعوت دین کے لیے سمعی و بصری ذرائع کے استعمال پر مشاورت کی گئی تو ان جید علما نے تعلیمی اور دعوتی غرض سے وڈیو پروگراموں کی تیاری کی تجویز کو منظور فرمایا۔

میری ناقص رائے میں اگر وڈیو یا تصویر کا ابلاغی استعمال شخصیت پرستی کی تعلیم نہ دے رہا ہو اور دین کی تعلیمات کو زیادہ موثر انداز میں سمجھانے میں مددگار ہو تو مثبت طور پر اسے شیطان کی ثقافت کو رد کرنے، فحاشی و عریانیت کی جگہ اخلاق، عصمت و عفت کا درس دینے کے لیے اس کا استعمال کرنا ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ شیطان ۲۴ گھنٹے لہوالحدیث کے ذریعے ذہنوں کو مسموم کر رہا ہے اور افراد کی ایک اچھی تعداد ہے جو اسے ناپسند کرنے کے باوجود کسی مثبت متبادل کی عدم موجودگی میں اس شر اور ضلالت کو دیکھنے پر مجبور ہوتی ہے۔ برائی کا خاتمہ جب تک حسنات سے نہ کیا جائے، برائی دُور نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اخلاقی ضابطے کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھنا ہوگا اور ابلاغی صنعت سے شیطان کے اثرات کو دُور کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات کو دستاویزی پروگراموں، معلوماتی مقابلوں، تعمیری کہانیوں اور تمثیلات اور شعری ذرائع سے پیش کرنا ہوگا۔

مصر کی تحریک اسلامی کے بانی امام حسن البنا شہیدؒ نے ابلاغ عامہ کی اس جدید ضرورت کے پیش نظر باقاعدہ ایک شعبہ قائم کیا تھا جس نے مصر کے مختلف مقامات پر تاریخی تمثیلات اور ڈرامے پیش کیے اور اس طرح ایک صحت منداسلامی تفریح کے ذریعے دعوت کو ان حلقوں تک پہنچایا جہاں شاید سنجیدہ تحریر موثر نہ ہوتی۔

© rasailojaraid.com